ابتدائی عرب تاریخ نگاری کا مختصر جائزہ

ڈاکٹر بدرالدین بٹ

عرب تاریخ نگاری بحیثیت ایک فن کے ایک طویل اور مسلسل عمل کا نتیجہ ہے، اس فن نے آہستہ آہستہ ایک ایسی غیر معمولی سائنس کی شکل اختیار کر لی جسے کسی بھی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس فن کی جڑیں عرب سوسائٹی میں اتنی گہری ہیں کہ محض تحریری ریکارڈ اس کی تمام تفصیلات فراہم کرنے سے قاصر ہے۔(۱)

قدیم ترین عرب سماج، جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہوسکا ہے خانہ بدوشانہ تھا، اس کے علاوہ کچھ مستقل بستیاں بھی تھیں جن کے بارے میں ہم محدود معلومات رکھتے ہیں، جنوبی عرب میں کھدائی کے دوران کچھ کتبات ملے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ بارہ سو ق-م میں وہاں چار ریاستیں تھیں، ریاست کا سربراہ دنیاوی اور دینی مرتبہ پر فائز ہوتا تھا، گویہ کتبات مذہبی نوعیت کے ہیں مگر پھر بھی کسی قدر انسانی سرگرمی کا پتہ دیتے ہیں، ان میں تاریخی شعور کا احساس ملتا ہے، یمنی روایات ہمیں زبان، صنعت وحرفت، ادب اور یمنیوں کے شمالی عربوں پر احساس برتری کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں، شمالی عرب میں ہمیں حیرہ کے عربوں، ان کے انساب اور بادشاہوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں، شمالی عربوں نے اپنے معبودوں سے متعلق واقعات، سماجی حالات اور انساب کو زبانی روایات کے ذریعہ محفوظ کیا، ان تمام چیزوں کو بعد میں جمع کر کے ''ایام العرب'' کا نام دیا گیا۔(۲)

ہم اس سلسلے میں صرف مورخین ہی کے مرہون منت نہیں ہیں جنہوں نے قدیم روایات کو محفوظ کر لیا بلکہ شعراءِ جاہلیت کا بھی اس میں بہت کچھ دخل ہے جنہوں نے اپنے قبائل کے فخریہ کارناموں اور اپنے آباء واجداد کی مایہ ناز سرگرمیوں کو احساس برتری کے تحت اپنی شاعری میں محفوظ کر لیا۔(۳)

قرآن مجید نے اپنے نزول کے وقت ہی سے عربوں کی تاریخ اور اس مشن پر تفصیلی روشنی ڈالی جس کی طرف انہیں دعوت دی جارہی تھی، قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی پہلی نسل تلاش وتحقیق کے فطری تقاضوں اور اپنی دینی ضرورت کے تحت

اسی طرف مائل ہوئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ، ان کی سرگرمیوں اور کارناموں کو خود اپنے اور ساری انسانیت کے لئے جمع کریں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبرؐ کے اقوال وافعال کو راویوں کی ایک کڑی سے جوڑا گیا جسے ''اسناد'' کہتے ہیں، اسی ذخیرہ احادیث سے ایک بڑا سرمایہ بھی فراہم ہوا، جس کے سلسلے میں مسلمان علماء وفضلاء کی طرف سے تہذیب وترتیب کا کام جاری رہا، اسی مواد سے اسلامی قانون، رسوم اور تاریخ نگاری وجود میں آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو اسناد کے ساتھ ضبط تحریر میں لانا عرب تاریخ نگاری پر اس قدر اثر انداز ہوا کہ صدیوں تک یہ طریقہ عرب تاریخ نگاری کا لازمی جز بن گیا۔(۴)

جن حضرات نے سیرت ومغازی کو اس انداز پر ترتیب دیا ان میں چند معتبر حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ابان بن عثمان بن عفانؒ (م۱۰۵ھ) عروہ بن زبیرؒ (۹۲ھ) شرجیل بن سعدؒ (م۱۲۳ھ) وہب بن منبہؒ (م۱۱۰ھ) ابن شہاب الزہریؒ (م۱۲۴ھ) عاصم بن عمرو بن قتادہؒ (م۱۲۰ھ) عبداللہ بن ابوبکرؒ (م۱۲۵ھ) موسیٰ بن عقبہؒ (م۱۴۱ھ) معمر بن راشدؒ (م۱۵۰ھ) ابن اسحاقؒ (م۱۵۲ھ) زیاد البکائیؒ (م۱۸۳ھ) ابن ہشامؒ (م۲۱۸ھ) الواقدیؒ (م۲۰۷ھ) ابن سعدؒ (م۲۳۰ھ)۔(۵)

ان میں اہم ترین سیرت اور مغازی نگار محمد بن اسحاق بن یسار تھے، انہوں نے اپنی کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا، حصہ اول کا انہوں نے ''المبتدا'' نام رکھا جس میں انہوں نے ابتدائے آفرینش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت تک مواد جمع کیا، اسی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء اور اقوام کے احوال بھی درج ہیں، حصہ دوم ''کتاب المغازی'' کہلاتا ہے جو رسول اللہ کے اعلان نبوت سے شروع ہوکر آپ کی وفات تک کے واقعات پر ختم ہوتا ہے اور حصہ سوم کا نام ''کتاب الخلفاء'' ہے، اس سلسلے میں جو ٹکڑے دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ابن اسحاق نے خلفائے راشدینؓ اور ابتدائی اموی حکمرانوں تک کے حالات تحریر کئے تھے۔(٦)

ابن اسحاق کی ''المبتدا والمبعث والمغازی'' پچھلے تیرہ سو برس سے ناپید تھی، مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) نے انتہائی عرق ریزی اور تحقیق وتلاش بسیار کے بعد اس کا ایک حصہ دریافت کیا اور اس کو رباط یونیورسٹی کے کلیۃ الاداب نے اپنے انتظام سے پہلی بار شائع کیا، شائع شدہ اس حصہ میں درج موضوعات یوں ہیں: سلسلۂ نسب پاک صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالمطلب کی نذر، عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی، قبیلہ حمیر کے بادشاہ، تبع اوسط کی حکایت، تبع کی قتل گاہ، اصحاب فیل کا واقعہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب کی وفات، بحیرا راہب کا قصہ، خدیجہؓ بنت خویلد کا واقعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علماء یہود کی بشارت، سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا، آثار کعبہ تعمیر کعبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، حضرت علیؓ کا اسلام لانا، حضرت ابوبکرؓ کا اسلام لانا، حضرت ابوذرؓ کا اسلام لانا، مہاجرین کا اسلام لانا، مسلمانوں پر ظلم وستم اور تشدد، حضرت حمزہ کا اسلام لانا، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

ہجرت حبشہ، اسمائے گرامی مہاجرین حبشہ، حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، مکہ مکرمہ میں قرآن کریم کی جہری تلاوت، تعذیب اہل ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کی مخاصمت، سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت، مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی، قریش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذارسانی، اہل عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ عام، ابو طالب کی وفات، وفات خدیجہؓ بنت خویلد، سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح، زینبؓ بنت علیؓ کا نکاح، حضرت عثمانؓ کا نکاح، رسول اللہ کی ازواج مطہرات، مذاق اڑانے والوں کا انجام، علامات نبوت، ام شریکؓ دوسیہ کا اسلام لانا، حضرت ابو ہریرہؓ کا اسلام لانا، عدی بن حاتم کا اسلام لانا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر، غزوہ بدر، غزوہ سویق، غزوہ ذی امر، سریہ زید بن حارثہ، کعب بن اشرف کا قتل، غزوہ احد۔

ابن اسحاق پر عموماً یہ تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی "کتاب السیرۃ" میں من گھڑت اشعار نقل کئے ہیں، انساب کے بیان میں غلطیاں کی ہیں، اسناد درج کرنے میں لاپرواہی برتی ہے اور اہل کتاب پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔(۷)

مگر اس تنقید کے باوجود یہ سہرا انہی کے سر ہے کہ انہوں نے پہلی بار سیرت، مغازی، انساب، فتوح، تذکرۂ صحابہ، تاریخ خلفائے راشدینؓ اور اموی حکمرانوں کی تاریخ اور قدیم انبیاء کی تاریخ کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا، حالانکہ اس سے قبل یہ علیحدہ علیحدہ موضوع تصور ہوتے تھے۔(۸)

ابن ہشام نے بعد میں اشعار اور مشکوک روایات کو علاحدہ کر کے "السیرۃ النبویہ" کا ایک مختصر ایڈیشن تیار کیا۔

ابن اسحاق کے بعد عمر الواقدی کا نام اہم ہے، وہ سیرت، مغازی اور عمومی تاریخ سے دلچسپی رکھتے تھے، خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق انہوں نے کسی بھی صحابی کی اولاد کو یہ پوچھے بغیر نہیں چھوڑا کہ ان کے والد نے کس کس جنگ میں شرکت کی اور شہادت کی صورت میں جائے شہادت کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اپنی تاریخ کو معتبر بنانے کے لئے وہ ان مقامات کا بچشم خود مشاہدہ کرنے جاتے جہاں پر مختلف لڑائیاں لڑی گئی تھیں۔(۹)

ابن الندیم نے واقدی کی اٹھائیس کتابوں کے نام لکھے ہیں جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، تاریخ میں مندرجہ ذیل کتابیں انہوں نے اپنی یادگار میں چھوڑیں:

(۱) کتاب التاریخ و المغازی والمبعث (۲) کتاب اخبار مکہ (۳) کتاب الطبقات (٤) فتوح الشام (٥) فتوح العراق (٦) کتاب الجمل (۷) مقتل الحسن علیہ السلام (۸) کتاب السیرۃ (۹) ازواج النبیؐ (۱۰) کتاب الردہ والدار (۱۱) کتاب الحرب الاوس و الخزرج (۱۲) کتاب الصفین (۱۳) وفاۃ النبیؐ (١٤) امر الحبشۃ والفیل (١٥) کتاب المناکح (١٦) السقیفۃ و بیعۃ ابی بکرؓ (۱۷) سیرۃ ابی بکرؓ ووفاتہ (۱۸) مداعی قریش و الانصار فی القطائع ووضع العمر الدواوین و تصنیف القبائل و مراتبها و انسابها (۱۹) مولد الحسن والحسین و مقتل الحسین (۲۰) ضرب الدنانیر والدراهم (۲۱) تاریخ الفقهاء

(۲۲)التاریخ الکبیر (۲۳) فتوح الافریقیه (۲٤) فتوح مصر۔(۱۰)

ان میں سے صرف کتاب المغازی (۳ جلد) فتوح الشام (۲ جلد) فتوح افریقیہ (۲ جلد) زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔

محدثین کو ان کے پایہ اعتبار پر شک ہے، بعض تو انہیں کذاب کہنے سے بھی نہیں چوکتے جبکہ دوسرے اہل علم حضرات تاریخ میں ان کی خدمات کے معترف ہیں۔(۱۱)

محمد بن سعد (م ۲۳۰) نے واقدی کے سیکریٹری کی حیثیت سے کام کیا، اس طرح انہیں اسلامی تاریخ کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا، آٹھ جلدوں میں ان کی ''کتاب الطبقات'' ان کی محنت شاقہ اور علم وفضل کا شاہکار ہے، اس میں ابن سعد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد، ایک باب ان لوگوں کے لئے مختص کیا ہے جو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات فتویٰ دیتے تھے، ان کے بعد صحابہ اور تابعین کا تذکرہ، ان کے مرتبہ کے مطابق کیا ہے، آخری جلد ممتاز صحابیاتؓ کے تذکرہ پر مشتمل ہے، صحابہ کرامؓ کے سوانح، ہجرت حبشہ، جنگ بدر میں شرکت، فتح مکہ سے قبل قبول اسلام کی بنیاد پر ترتیب دیئے گئے ہیں، اس کے بعد ان مہاجرین کا تذکرہ ہے جو جنگ بدر میں شریک تھے، ان کے بعد ان انصار کو لیا ہے جو جنگ بدر میں شریک تھے، اس کے بعد ان حضرات کا ذکر ہے، جنہوں نے اسلام تو قبول کیا تھا مگر جنگ بدر میں شریک نہیں تھے یا جن لوگوں نے حبشہ ہجرت کی یا جو جنگ احد میں شرکت نہ کرسکے، اس کے بعد ان صحابہ کا ذکر ہے جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا، باقی حضرات کا بھی تذکرہ اسی انداز سے ہے۔

کتاب الطبقات اپنے موضوع پر سب سے پہلی اور اہم ترین کتاب تصور کی جاتی ہے، اس موضوع پر واقدی کی طبقات کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں تھی، لہٰذا یہ کتاب ''ادب رجال'' کے قدیم ترین نمونوں میں سے ایک تصور کی جاتی ہے۔(۱۲)

احادیث میں صرف پیغمبر احد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی ہی ریکارڈ نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد جو واقعات رونما ہوئے، ان کو بھی ضبط تحریر میں لایا گیا ہے، ذخیرہ احادیث نے اسلامی ریاست کی بنیادوں کو واضح کیا اور عرب سے باہر کے فتوحات کو بھی بیان کیا جہاں تک ابتدائی اسلامی سوسائٹی، خلافت راشدہ اور مملکت اسلامی میں توسیع کے واقعات کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں علماء کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ خالصتاً مدنی اور دوسرا عراقی، عراقی دبستان تاریخ نے قبل اسلام کے خاندانی شرف سے متعلق واقعات کو درج کرنے کے ساتھ ساتھ، ان سے متعلق اشعار کو بھی اپنی تاریخوں میں جگہ دی، اس میں عراق کے ابو مخنف، عوانہ، سیف ابن عمر، المدائنی نے ابتدائی اسلامی فتوحات (کے بارے میں چھوٹے چھوٹے رسالوں میں) مسلمانوں کی اندرون ملک سرگرمیاں اور ملت کے اندر پیدا شدہ اختلافات کے بارے میں کتابیں لکھیں۔(۱۳)

ان میں ابو مخنف اہم ترین عالم تھے، جنہوں نے عرب، مصر، شام، ایران اور عراق پر کوئی چونتیس کتابچے تحریر کئے، ان میں سے کوئی بھی کتاب اس وقت موجود نہیں، البتہ ان کی تحریروں کے اکثر حصوں کو ابو مخنف کے شاگرد ہشام بن محمد بن الکلبی الکوفی (م۲۰۶ھ) نے اپنی تالیفات میں سمیٹ لیا ہے، ان تالیفات سے طبری نے خاصا مواد حاصل کیا ہے اور کسی حد تک بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعزیز الدوری نے ابو مخنف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ اسناد میں ضعیف ہیں، واقعات کا عراقی رخ پیش کرتے ہیں اور شیعی نقطۂ نظر سے متاثر نظر آتے ہیں"۔(۱۴)

مگر ابو مخنف کی جو تحریریں محفوظ ہیں، ان کا مطالعہ ان الزامات کی تائید نہیں کرتا، شیعی باغیوں اور خلافت کے دعوے دار افراد پر ان کی نصف درجن کتابوں کے اقتباسات ان کی طرف داری کا ثبوت پیش نہیں کرتے اور غیر شیعی واقعات کے نقل کرنے سے ان الزامات کی بنیاد باقی ہی نہیں رہتی جو ان کے خلاف لگائے گئے ہیں۔(۱۵)

جہاں تک عوانہ بن حکم کوفی (م۱۴۷ھ) کا تعلق ہے، وہ شاعری اور انساب سے مدد لیتے ہیں، انہوں نے "سیرت معاویہ و بنی امیہ" لکھی ہے، اپنی "کتاب التاریخ" میں (جس کے اقتباسات بعد کی تاریخوں میں محفوظ ہیں) انہوں نے خلافت راشدہ اور اسلامی فتوحات پر مواد جمع کیا، انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے مخالفین کی جنگوں، حضرت حسنؓ کی تخت خلافت سے دست برداری اور عبدالملک بن مروان کے زمانے تک کے شام و عراق کے مسائل و حالات کے بارے میں معتبر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔(۱۶)

علی بن محمد المدائنی (م۲۲۵ھ) بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں زندگی گزاری، طریقہ اسناد کا اثر ان کی تحریروں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے، انہوں نے دوسو پینتالیس کتابیں لکھ کر علم تاریخ کی بڑی خدمت انجام دی، ان میں "کتاب اخبار الخلفاء الکبیر"، "کتاب الدولۃ العباسیہ"، "کتاب فتوح خراسان"، "تاریخ بصرہ" بھی شامل ہیں، محققین، المدائنی کے مداح ہیں کہ انہوں نے مواد لیتے وقت متوازن انتخاب کے اصول کو پیش نظر رکھا ہے۔(۱۹)

قبل اسلام کے زمانہ میں عرب عموماً شاعری کے ذریعے اپنے انساب کو محفوظ کر لیتے تھے، شعراء اپنی منظومات سے پہلے کچھ نثر میں بھی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ قوم کے غامض اور غیر معروف واقعات کی وضاحت کر سکیں، اس چیز نے مورخوں کے لئے اہم مواد فراہم کیا، محمد بن السائب کلبی (م۱۴۶ھ) اس گروپ کے نمائندہ ہیں، وہ تاریخ و انساب کے بڑے فاضل تھے، خاندانوں کے انساب جمع کرنے کے لئے گھر گھر جاتے، ان کی کسی کتاب کا تذکرہ تو نہیں ملتا، البتہ ان کے فرزند ہشام بن محمد نے ڈیڑھ سو کے قریب کتابیں لکھیں جن میں بعض یہ ہیں: کتاب الجمهرہ، کتاب المنزل، کتاب الكلب، کتاب الفريد، نسب فحول الخيل فی الجاهلية و الاسلام، کتاب الملوك، کتاب الاصنام۔(۲۰)

مصعب بن عبداللہ (م۲۳۳ھ) بھی انساب سے دلچسپی رکھتے تھے، انہوں نے اس موضوع پر "النسب الکبیر" اور

''کتاب الجمہرۃ فی نسب قریش'' لکھیں۔(۲۱)

احمد بن یحییٰ البلاذری (م ۲۷۹ھ) انساب کے اہم اور معتبر عالموں میں شمار ہوتے ہیں، ان کی ''انساب الاشراف'' ادبِ انساب کی شاہکار تالیف تصور کی جاتی ہے جو پانچ جلدوں میں ہے، اس کتاب میں اسلامی تاریخ پر گراں قدر مواد ملتا ہے، تاریخ میں انہوں نے ''عہد اردشیر''، ''فتوح البلدان'' اور ''کتاب البلدان الکبیر'' (۲۲) جیسی اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں۔ فتوح البلدان کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں ایسی معلومات فراہم ہوتی ہیں جو دوسری کتب تاریخ میں نہیں ملتیں، خاص طور پر عراق کے قدیم تباہ شدہ شہروں کے بارے میں نادر معلومات دینے میں وہ منفرد ہیں، کہا جاتا ہے کہ اصل میں فتوح البلدان کے موضوع پر چالیس جلدوں میں مواد جمع کیا تھا، موجودہ کتاب اس کا صرف ایک اختصار ہے۔(۲۳) فتوح البلدان کا آغاز غزوات نبویؐ سے ہوتا ہے، اس کے بعد اس میں واقعات ردۃ، شام، الجزیرہ، آرمینا، مصر، مغرب، عراق اور ایران کی فتوحات کے بارے میں تفصیلات درج ہیں، اس کے علاوہ ان ممالک کے سماجی اور ثقافتی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے اس تصنیف کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔

انساب الاشراف، انساب نگاری کے انداز میں تالیف کی گئی ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے خاندان اور رشتہ داروں کا تذکرہ ہے، علویوں کے بعد عباسیوں کے انساب درج کئے ہیں، عبد شمس، بنی ہاشم، قریش، مضر، قیس، ثقیف اور باقی خاندانوں کے انساب کو بھی جمع کیا ہے، کتاب حجاج بن یوسف کے تذکرہ پر ختم ہوتی ہے، انساب الاشراف میں خلفاء اور ان سے متعلق واقعات کو باب وار بیان کیا ہے اور ہر باب کا ایک عنوان ہے، اس میں بلاذری نے ابومخنف اور مدائنی کے رسالوں سے خاصا اخذ واستفادہ کیا ہے، گویہ کتاب انساب کی ہے مگر اپنے مواد کے اعتبار سے یہ طبقات ابن سعد سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔(۲۴)

اسلام دور دراز مقامات تک پھیلا تو انساب کے طرز پر یا علاقائی بنیادوں پر تاریخ نگاری کا کام خاصا مشکل ہوگیا، اس صورت حال نے مورخوں کو مجبور کیا کہ وہ عالمی سطح کی تواریخ لکھیں، چنانچہ انہوں نے ایسی ہی تاریخیں قلم بند کرنا شروع کیں، جن میں عربوں کی تاریخ کے علاوہ ایرانیوں، یونانیوں اور ہندوستانیوں کی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات ہوتی تھیں، مورخوں نے وہ چیزیں بھی ریکارڈ کیں، جنہیں انسانی تہذیب وثقافت کے لحاظ سے اہم تصور کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں بلاذری کا نام سرفہرست ہے، بلاذری نے پھیلے ہوئے واقعات کو ممکنہ حد تک جانچ پڑتال کے بعد ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام کیا ہے، ان کی فتوح البلدان نہ صرف عربوں کی فتوحات کا ایک معتبر ریکارڈ ہے بلکہ اس میں مفتوحہ ممالک کی مالیات، سماجیات اور انتظامیہ سے متعلق بھی اہم حالات ومعلومات محفوظ ہیں۔(۲۵)

عالمی تاریخ نگاری کے دوسرے اہم مورخ احمد بن یعقوب الیعقوبی ہیں، وہ مورخ ہونے کے علاوہ جغرافیہ دان بھی تھے، انہوں نے شرق وغرب کی سیاحت کی، عرب ممالک اور ہندوستان کا دورہ کیا، شام، مغرب اور اندلس بھی گئے، وہ

جہاں جاتے، وہاں کے باشندوں سے ان کے ماضی، عادات واطوار اور انداز حیات کے بارے میں استفسار کرتے، ان کی "التاریخ الکبیر" چھپ چکی ہے، جس میں انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ۲۵۹ھ تک کے واقعات کا حاطہ کیا ہے، اسلامی تاریخ کے علاوہ اس میں اسرائیلیوں، شامیوں، ہندوؤں، یونانیوں، رومیوں، ایرانیوں، حمیریوں اور نسانیوں وغیرہ کی تاریخ بھی آگئی ہے، یعقوبی نے اپنی تاریخ کو ترتیب واقعات (CHRONOLOGICAL) کے انداز پر لکھا ہے، ان کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی قدر شیعی نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔ "افسوس ہے کہ انہوں نے ایام عرب پر کچھ نہیں لکھا ہے، اگر وہ اس موضوع پر بھی کچھ لکھتے تو کتاب کے وزن میں اضافہ ہوتا، اساطیر و خرافات سے جو اجتناب یعقوبی کے یہاں پایا جاتا ہے، وہ ان کے سائنٹفک ذہن کے میلان کی علامات ہے۔" (۲۶)

عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے "کتاب المعارف" اور "عیون الاخبار" نامی کتابیں لکھ کر خاصا تاریخ مواد فراہم کردیا ہے، ان کی "" کتاب المعارف" تاریخی معلومات کا ایک قیمتی ذخیرہ ہے جس میں فہارس، سیرت نبویؐ کے واقعات، انساب، فرقوں وغیرہ کے نام شامل ہیں، اس کتاب کی افادیت مسلم ہے، مگر اس کو صحیح معنوں میں مشکل ہی سے تاریخ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ (۲۷)

عالمی تاریخ نگاروں میں ابوحنیفہ احمد بن داؤد الدینوری (م ۲۸۲ھ) کا نام بھی اہم ہے، انہوں نے فلکیات، ادب اور فلسفہ پر لکھنے کے علاوہ تاریخ پر بھی "اخبار الطوال" جیسی قابل قدر کتاب تصنیف کی، اس تاریخ میں انہوں نے ایران کی تاریخ پر خاصا مواد جمع کیا ہے، جو دوسرے موضوعات کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ ہے، حضرت آدمؑ سے لے کر معتصم باللہ کے زمانے تک کے حالات کا احاطہ کیا ہے، دینوری نے اپنی تاریخ میں سلسلۂ اسناد کو ترک کر کے واقعات کو ترتیب سنین کے لحاظ سے محفوظ کیا ہے۔

اس سلسلے میں اہم ترین مؤرخ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) ہیں، جنہوں نے دس جلدوں میں "تاریخ الرسل والملوک" لکھ کر علم تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا، یہ تاریخ تخلیق کائنات سے شروع ہوتی ہے، انہوں نے پیغمبروں، قدیم بادشوں، ساسانیوں، ایرانیوں، رومیوں اور عربوں پر تفصیلی معلومات درج کی ہیں، ایران کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے حالات وواقعات کو بہت ہی تفصیل سے ریکارڈ کیا ہے۔

طبری کا انحصار اپنے متقدمین کی تاریخوں پر رہا ہے، انہوں نے نہ صرف ان واقعات کو اپنی تاریخ میں جگہ دی ہے جو ان کے اپنے ذوق کے مطابق تھے بلکہ بسا اوقات کسی واقعہ کے متعلق تمام پہلوؤں سے معلومات جمع کردیتے ہیں اور اپنی کوئی رائے نہیں دیتے، وہ چونکہ محدث تھے اس لئے انہوں نے اپنی تاریخ میں اسناد کا التزام کیا ہے، دور جاہلیت کے خاتمے تک انہوں نے واقعات کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے رقم کیا ہے، البتہ اسلامی دور سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے واقعات کو ترتیب سنین (ANNALISTICALLY) کے طریقہ پر لکھا ہے، تاریخ میں ترتیب سنین کا التزام مسلمان

مورخوں کی دین ہے، یورپ اس طرز سے ۱۵۹۷ء تک بے خبر تھا۔(۲۸)

طبری کی تاریخ، بعد کے تمام مورخوں کے لئے بنیادی ماخذ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، مسعودی، مسکویہ، ابن الاثیر، ابن کثیر، ابن خلدون جیسے مورخین نے اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔

ابوالحسن علی بن حسین المسعودی (م ۳۴۶ھ) بہت بڑے مورخ اور جغرافیہ داں تھے، انہوں نے تاریخ کے موضوع پر چونتیس کتابیں لکھیں جن میں "مروج الذہب ومعادن الجوہر"، "اخبار الزماں" اور "التنبیہ والاشراف" وغیرہ چھپ چکی ہیں، ان میں "مروج الذہب" عالمی شہرت کی حامل ہے، اسی طرح "التنبیہ والاشراف" کا تعلق بھی تاریخ عالم سے ہے، جو ۳۴۵ھ کے واقعات پر ختم ہوتی ہے۔

مسعودی کا انداز اپنے معاصرین سے مختلف ہے، انہوں نے اپنی تاریخ میں سیاسی واقعات کے علاوہ سماجی، اقتصادی اور ثقافتی معلومات کو بھی پوری طرح جگہ دی ہے، اس لحاظ سے مسعودی کی تاریخی تالیفات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔(۲۹)

شہروں اور قصبوں کی تاریخ لکھنا بھی مورخین کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے، محمد بن عبداللہ الارزقی (م ۲۲۳ھ) نے "کتاب اخبار ایام مکہ" لکھ کر مکہ کی تاریخ محفوظ کی، اس کے علاوہ اور لوگوں نے بھی مکہ کی تاریخ تحریر کی، مدینہ کی تاریخ پر یحییٰ بن عابدی نے "اخبار مدینہ" نام کی ایک کتاب لکھی، اسی طرح باقی شہروں کی بھی تاریخ محفوظ کی گئی۔

حوالے

(۱)...... LISE LICHTENSTADLER, ARTICLE, "ARABIC AND ISLAMIC HISTORIOGRAPHY" IN MUSLIM WORLD, NEW YORK, 1945. P. 126 (۲)......عبدالعزیز الدوری: بحث فی نشاۃ علم التاریخ عند العرب، بیروت ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۳-۱۲ (۳)......MUSLIM WORLD P.126 (۴)...... FRANCESCO GABRIELI, ARTICLE,"ARABIC HISTORIOGRAPHY" IN QUARTELY ISLAMIC STUDIES, PAKISTAN, YOL XVIII, 1979, P.82 (۵)......احمد امین: ضحیٰ الاسلام، قاہرہ، ۱۹۵۴ء، ص ۳۲۰۔ (۶)......عبدالعزیز الدوری، صفحہ ۳۰ (۷)......الذہبی: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مصر ۱۹۰۷ء، ص ۲۱-۲۲، تذکرۃ الحفاظ، حیدر آباد ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۷۲-۱۷۳، ابن العماد الحنبلی: شذرات الذہب، ج ۱، صفحہ ۲۳۰ (۸)......محمود الحسن: عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز وارتقا، نئی دہلی، ۱۹۷۵ء، صفحہ ۸۱ (۹)......ابن الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۳، صفحہ ۸۱ (۱۰)......ابن الندیم: الفہرست، مصر ۱۹۲۹ء، صفحہ ۱۴۴-۱۴۵ (۱۱)......ابن خلکان: وفیات، قاہرہ ۱۹۴۸ء، ج ۳، صفحہ ۴۷۱- الفہرست صفحہ ۱۴۴۔ ابن حجر العسقلانی: تہذیب التہذیب، حیدر آباد ۱۹۱۴ء، ج ۹ صفحہ ۲۶۳-۲۶۴۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی)، ۱۷-۱۹۶۷ء جلد ۴،

صفحہ ۱۱۰۵ (۱۲)......ابن سعد: کتاب الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۵۷ء، مقدمہ، احسان عباس (۱۳)...... ISLAMIC STUMES P.84 (۱۴)......عبدالعزیز الدوری، صفحہ ۳۵-۳۶ (۱۵)...... FARIQ HISTORY OF ARABIC LITERATURE-UMAYYAD PERIOD DELHI 1978, P.103 (۱۶)......عبدالعزیز الدوری، صفحہ ۳۶، ابن الندیم صفحہ ۱۷۰ (۱۷)......ابن الندیم، صفحہ ۱۴۳ (۱۸)......عبدالعزیز الدوری، صفحہ ۱۳۱ (۱۹)......ایضاً ص ۱۴۰-۱۳۶ (۲۰)......جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، قاہرہ ۱۹۳۱ء، ج ۲، صفحہ ۱۵۲، احمد امین، ج ۲، صفحہ ۳۴۸-۳۴۹ (۲۱)......بروکلمان: تاریخ الادب العربی، مصر ۱۹۶۲ء ج ۳، صفحہ ۳۳ (۲۲)......خیر الدین الزرکلی: الاعلام، قاہرہ ۱۹۵۴ء، ج ا صفحہ ۲۵۲ (۲۳)......انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی) جلد ا صفحہ ۹۷۱ (۲۴)......محمود الحسن، صفحہ ۱۷۱ (۲۵)......ایضاً (۲۶) ISLAMIC STUDIES P.85 (۲۷)...... MARGOLIOUTH: ARABIC HISTORIANS, REPRINT DELHI 1977 P.120 (۲۸)......الحوفی: الطبری، مصر ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۹۱-۱۹۴ (۲۹)...... ENCYCLOPAEDIA BRITANICA, U.S.A, 1977, VOL.II P610 (۳۰)......جرجی زیدان، ج ۲، صفحہ ۲۰۰، حاجی خلیفہ، کشف الظنون، قسطنطنیہ، ۴۳-۱۹۴۱ء- ج ا، صفحہ ۳۰۶

☆......☆......☆

مدرسہ......آنکھ کا کانٹا

"دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کی کامیابی ان دینی اداروں کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں، دیگر جاری کارروائیوں سے پانچ دس برس کے لئے وقتی اطمینان ہوسکتا ہے، لیکن اس کے بعد پھر نئی دہشت گرد جماعتیں ظاہر ہوں گی، اس لئے دہشت گردی کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کی ابتدا تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نصاب تعلیم کی ترمیم وتبدیلی سے ہونا چاہئے، فی الوقت اہم ترین بات نصاب ہائے تعلیم کے ان اجزاء کو بدلنا ہے جو یہود اور مغربی دنیا سے نفرت پر ابھارتے ہیں اور جن میں موجود مواد دہشت گردی کے عملی اقدام پر اکساتا ہے۔"

یہ بیان امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ کی اُس خفیہ یادداشت سے لیا گیا ہے جو اس نے اپنے معاون افسروں کے نام لکھی ہے، اس کے ساتھ ہی امریکی نائب وزیر دفاع کی تقریر کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

"اسلامی دینی مدارس لاکھوں مسلم بچوں کو انتہا پسندانہ دینی تعلیم پر ابھارتے اور دہشت گردی سکھاتے ہیں، اس لئے ان کی سرگرمیوں پر روک لگانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان کے مالی بجٹ کی حد مقرر کی جائے، لیکن اس سے بہتر ذریعہ یہ ہوگا کہ مقامی طور پر ان مدارس کے مخالف افراد، رجحانات اور اداروں کو تقویت اور مدد پہنچائی جائے تاکہ وہ انتہا پسندی کے سرچشموں کا مقابلہ کرسکیں۔"